جناب محمد حفیظ اللہ پھلواروی

آلِ بُویہ کے دور میں علمی ترقیاں

آلِ بُویہ جسے مورخین "دیلم" بھی کہتے ہیں ایران کا ایک حکمران خاندان تھا۔ جس کا عہدِ حکومت ۳۰۰ھ۔ (۹۳۲ء) سے ۴۴۷ھ (۱۰۵۷ء) تک رہا۔ بویہی سرداروں نے خلفائے بنی عباس کے زوال کے زمانہ میں شاہی اقتدار حاصل کیا اور اپنے زمانہ عروج میں علم و حکمت کی بہترین خدمت انجام دی۔ اس خاندان کے حکمرانوں نے اپنے دورِ حکومت میں علما، فضلا اور شعرا کو اپنے دربار سے وابستہ کرنے کی کوشش کی۔ اور اس طرح ان کا دربار بے شمار اربابِ علم و فن کا مرکز بن گیا تھا۔ ان کی قدردانی کی بدولت شاعری کے علاوہ فلسفہ اور ہیئت نے بھی بڑی ترقی کی اور اربابِ علم، علمی تحقیقات اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے تھے۔ انھوں نے مدارس اور کتب خانے قائم کیے اور شفاخانے کھولے۔ بغداد، اصفہان اور شیراز اس سلطنت کے بڑے بڑے شہر تھے۔ اپنے زمانۂ عروج میں اس خاندان کے حکمرانوں نے علم و حکمت کی جو سرپرستی کی اس کی بدولت ملک نے علمی و تمدنی حیثیت سے بہت ترقی کر لی۔ آلِ بُویہ کے عہدِ حکومت میں رے کی علمی شان و شوکت بہت بڑھ گئی تھی۔ رے کا کتب خانہ بھی بڑا عظیم الشان تھا۔

مولانا عبدالحلیم شرر تحریر فرماتے ہیں کہ "خلافتِ عباسیہ کی کمزوری کے وقت جب دیلمی خاندان نے قوت پکڑی تو اس کی فتوحات کے سیلاب نے ساری مشرقی دنیائے اسلام کو اس کے زیرِ نگین کر دیا اور بڑے بڑے سرکشوں کو ملوکِ آلِ بویہ کے سامنے جو دیلمی سلطنت کے بانی تھے، جھکا دیا۔ ان فرمانرواؤں کی شہرت سب سے زیادہ اسی لیے ہے کہ وہ علم و فضل کے حامی اور علما و فضلا کے بڑے قدردان تھے۔ اور علم کی سرپرستی میں انھوں نے ایسی فیاضیاں دکھائیں کہ اس بارۂ خاص میں وہ دولتِ عباسیہ کے سچے وارث تھے۔"[۱]

سید امیر علی تاریخِ اسلام میں لکھتے ہیں کہ امرائے بنی بُویہ کے دور میں کئی ہیئت دان، ریاضی دان

۱۔ دلگداز لکھنؤ بابت فروری ۱۹۲۶ء

اور علوم طبیعات کے ماہر گزرے ہیں۔ ان میں دو الکوہی اور ابوالوفا قابل ذکر ہیں۔

بویہی امرا میں معزالدولہ نے ۳۳۴ھ (۹۴۵ء) میں بغداد پر قبضہ کیا۔ الفخری نے لکھا ہے کہ بغداد پر تسلط قائم ہوجانے کے بعد معزالدولہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا برابر اعتراف کیا کرتا تھا اور اپنی سابقہ حالت کا برملا ذکر کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا:

"میں اپنے سر پر لکڑیوں کا گٹھر لاد کر لے جایا کرتا تھا۔"

عمادالدولہ

بنو بُویہ کی امارت کا اصلی بانی علی بن بویہ المقلب بہ عمادالدولہ والئی فارس تھا۔ معزالدولہ اس کا چھوٹا بھائی تھا۔ اس کے حصہ میں کرمان کا علاقہ آیا تھا۔ لیکن خلافت بغداد کی تولیت کا جلیل القدر منصب اس کی قسمت میں تھا۔ ۳۳۴ھ میں اس کو یہ منصب ملا اور ۳۵۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اس حساب سے اس نے گویا بائیس سال تک بغداد پر فرماں روائی کی[1]

عضدالدولہ

یہ ۳۶۶ھ تا ۳۷۲ھ/۹۷۷ تا ۹۸۲ء حکمران رہا۔ اپنے زمانہ کا بڑا ذی شان بادشاہ تھا اور بویہی حکمرانوں میں سب سے بلند مرتبہ تھا۔ اس کا عہد اس خاندان کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔ اس کا دائرۂ حکومت ان ممالک تک وسیع تھا جو بحر قزوین، خلیج فارس اور اصفہان سے حدود سوریہ تک پھیلے ہوئے تھے۔ ان ملکوں میں خطبہ اور سکہ بھی اس کے نام کا جاری تھا۔[2]

عضدالدولہ نے شیراز کو دارالحکومت بنایا۔ مگر بغداد کو بھی آراستہ پیراستہ رکھا۔

عضدالدولہ عقل و دانش، تدبیر و سیاست، شجاعت و شہامت، فضل و کمال، علم نوازی اور علما پروری، جملہ اوصافِ جہاں بانی میں یگانہ تھا اس نے اپنے دور میں دیلمی حکومت اور خلافتِ بغداد دونوں کو علمی و تمدنی حیثیت سے بڑی ترقی دی[3]

---

[1] تاریخ اسلام۔ شاہ معین الدین احمد ندوی مطبوعہ اعظم گڑھ حصہ چہارم ص ۱۳ جلد سوم۔

[2] مسلمانوں کا نظام مملکت۔

[3] تاریخ اسلام حصہ چہارم۔

عضد الدولہ کو علم سے بڑی محبت تھی۔ علما کی بڑی عزت کرتا تھا اس کے مقربین دربار اکثر علما تھے۔ جن سے روز علمی بحثیں رہا کرتیں۔ اس کے علمی ذوق کا حال سن کر تمام اطراف عالم کے اہل علم اس کے دربار میں جمع ہو گئے تھے[1]

ابن خلدون کے بیان کے مطابق عضد الدولہ نہایت عالی ہمت، بلند خیال، ذی حوصلہ، سیاست کا پتلا، صاحب الرائے، اہل علم و فضل کا دوست، بے حد خیر و خیرات کرنے والا اور صدقات دینے والا تھا۔ قاضیوں کو مصارفِ خیر میں صرف کرنے کی غرض سے ہمیشہ کثیر تعداد میں روپیہ دیا کرتا تھا۔ اس کا دربار اہل علم و فن سے بھرا رہتا تھا۔ علما و فضلا کے ساتھ کمال خوش اخلاقی سے پیش آتا تھا۔ ان کے ساتھ بیٹھتا اور اہم مسائل پر ان سے بحث و مباحثہ کرتا تھا۔

ابن خلکان کا بیان ہے کہ تاریخ اسلام میں وہ پہلا فرماں روا ہے جو شہنشاہ[2] کے لقب سے ملقب ہوا اور بغداد کے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ بہت سے علوم میں اس کو دستگاہ حاصل تھی۔ علما نے اس کے لیے کتابیں لکھیں اور شعرا نے اس کی شان میں مدحیہ قصائد کہے۔ وہ ماہر ادیب اور خوش گو شاعر تھا[3]

عضد الدولہ نے علمی مجالس قائم کیں اور علما کی سرپرستی کی۔ اس کی علم نوازی کے باعث مختلف ملکوں کے علما کھنچ کر اس کے دربار میں جمع ہو گئے اور انھوں نے اس کے نام پر کتابیں لکھیں۔ چنانچہ نحو میں کتاب الایضاح و التکملۃ قرأت سبعہ میں "حجۃ" اور تاریخ میں "تاجی" لکھی گئیں[4]

عضد الدولہ نے بغداد میں ایک عظیم الشان کالج اور شفاخانہ بنوایا۔ شفاخانہ اصل میں میڈیکل یونیورسٹی کی حیثیت رکھتا تھا اور اس میں نامی گرامی طبیب لکچر دینے کے لیے مقرر تھے۔

عضد الدولہ نے شیراز میں ایک عالی شان کتب خانہ بھی قائم کیا جس میں یہ التزام کیا گیا تھا کہ جس قدر

۱؎ مولانا شرر۔ دلگداز۔ فروری ۱۹۲۶ء

۲؎ جہاں تک شاہنشاہ کے لقب کا تعلق ہے وہ عضد الدولہ کا خود ساختہ ہے۔ تاریخی، واقعاتی یا نظری اعتبار سے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

۳؎ تاریخ اسلام۔ شاہ معین الدین احمد ندوی جلد چہارم

۴؎ ابن اثیر بحوالہ تاریخ اسلام

کتابیں آغازِ اسلام سے اس کے عہد تک تصنیف ہو چکی تھیں سب مہیا کی جائیں۔ علامہ بشاری کا بیان ہے کہ میں نے تمام ممالک اسلامیہ میں ایسی عمارت نہیں دیکھی۔ ایک نہایت لمبا مکان تھا اور اس میں ہر طرف متعدد کمرے تھے، جن میں بہت سی الماریاں دیوار سے لگی کھڑی تھیں۔ یہ الماریاں تین تین گز چوڑی اور قدِ آدم اونچی تھیں۔ ہر فن کے لیے جدا کمرہ تھا اور اس کی جداگانہ فہرست تھی[۱]

اسی کتاب خانے کی مزید تفصیل مقدسی ہی کی زبان سے سنیے:

"لائبریری محل سے الگ عمارت میں ہے۔ اس کا ایک سکریٹری ہے، ایک لائبریرین اور شہر کا ایک ثقہ اور معزز آدمی نگران ہے۔ مختلف علوم پر اس وقت تک جتنی کتابیں لکھی گئیں تھیں وہ سب عضدالدولہ نے لائبریری میں جمع کر لی تھیں۔ لائبریری ایک لمبی عمارت میں واقع ہے جو ایک بڑے چبوترہ پر بنائی گئی ہے۔ عمارت میں ہر طرف کمرے ہیں۔ عمارت اور کمروں کی تمام دیواروں سے متصل لکڑی کی پینٹ کردہ الماریاں لگی ہوئی ہیں۔ ہر الماری قدِ آدم اونچی اور لگ بھگ دو گز چوڑی ہے۔ الماریوں میں اوپر سے نیچے اترنے والے کواڑ ہیں۔ کتابوں کے رجسٹر ریکوں پر چُنے ہوئے ہیں۔ کتابیں مضمون وار الگ الماریوں میں رکھی ہوئی ہیں اور ہر مضمون کی کتابوں کی الگ فہرستیں ہیں۔ اس کتب خانے میں صرف ان لوگوں کو داخلہ ملتا تھا جو اعلیٰ طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔"

عضدالدولہ خلیفہ مامون الرشید کی تقلید کرتا تھا اور اس کی طرح علما کو انعام و اکرام سے مالامال کرتا۔ ابوالقاسم علی ابن الحسین العلوی شریف الحسینی (متوفی ۹۸۵ء) عضدالدولہ کے زمانہ میں برسرکار تھا۔ اہل الرائے اس کے مشاہداتِ فلکی کی صحت و باریکی کے مداح ہیں۔ کم سے کم دو صدیوں تک اس کی ہیئتی جداول مقبول رہیں[۲]

ابوالقاسم العلوی علم الہیئت و سیرِ کواکب کا مشہور عالم اور ایک تقویم کا مؤلف تھا۔ عضدالدولہ اس پر بہت مہربان تھا اور اس کے مشاہدات و نتائج کو قابلِ اعتماد سمجھ کر واقعات و حوادث میں اس سے مشورہ لیا کرتا تھا[۳]

---

[۱] تاریخ عرب موسیو سیدیو [۲] قرونِ وسطیٰ کے مسلمانوں کی علمی خدمات حصہ اول ص ۱۴۱

[۳] تاریخ الحکما - جمال الدین ابوالحسن بن یوسف مطبوعہ دہلی ۱۹۴۵ء -

ابو اسحٰق صابی (م ۳۸۴ھ) مذہباً صابی تھا۔ اس کی بہترین تصنیف "التاج" ہے جو اس نے عضد الدولہ کے ایما پر لکھی تھی اب یہ ناپید ہے۔[1]

ابن الحسین عبدالرحمٰن ابن عمر الصوفی الرازی متوفی ۹۸۶ء عضد الدولہ کا دوست اور استاد تھا۔ وہ علم الافلاک کے بڑے سے بڑے مسلمان (اور بعد کے آنے والے غیر مسلم) منجموں میں سے ایک تھا۔ اس کا شاہکار کتاب الکوکب الثابتۃ المصور ہے۔

علی ابن عباس (لاطینی نام HALY ABBAS) متوفی ۹۹۴ء مسلم اطبا میں قابل ترین فرد تھا۔ اس نے ایک ضخیم کتاب موسوم بہ "کتاب الملکی" (LIBER RIGINS) عضد الدولہ کے لیے لکھی۔ اس کا دوسرا نام کامل الصناعۃ الطبیۃ تھا اور وہ عرصہ دراز تک بطور درسی کتاب استعمال ہوتی رہی تاآنکہ ابن سینا کی "القانون" رائج ہوئی۔[2]

ڈاکٹر میکس میئرہاف کا بیان ہے کہ اس کتاب میں طب کے نظری و عملی دونو پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔ کتاب کی ابتدا ایک نہایت دلچسپ باب سے ہوتی ہے جس میں قدیم یونانی و عربی طبی رسالوں پر بصیرت افروز تبصرہ شامل ہے۔ قرون وسطیٰ کی ابتدا میں یہ کتاب دو مرتبہ لاطینی میں منتقل ہوئی۔[3]

ابن مسکویہ (ابو علی احمد ابن محمد ابن یعقوب متوفی ۱۰۳۰ء) معز الدولہ اور رکن الدولہ کا درباری تھا۔ ادیب، طبیب اور فیلسوف تھا۔ تاریخ پر شاہکار کتاب "تجارب الامم" ہے جو دنیا کی تاریخ ہے، اور جس میں عضد الدولہ کی وفات تک کے حالات درج ہیں۔ اس نے عربی، یونانی، ایرانی اور ہندی فلسفیوں کے ارشادات و تصانیف پر مبنی ایک کتاب عملی معقول باتوں پر لکھی جو "کتاب العرب والفرس" کہلاتی ہے۔ اس کی ایک اور تصنیف کتاب تہذیب الاخلاق ہے۔ جو چھ یا سات حصوں پر مشتمل ہے۔

۱؎ ابو اسحاق عز الدولہ کے دربار سے وابستہ تھا۔ اس نے عضد الدولہ کے خلاف بعض تحریریں لکھیں، اس لیے وہ اس کے سخت خلاف تھا جب وہ عز الدولہ کے بعد تخت نشین ہوا تو اسے ہاتھیوں سے روندوانے کا حکم دیا لیکن بعد میں معاف کر دیا (عربی ادب)

۲؎ قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کی علمی خدمات حصہ اول ص ۱۲۷

۳؎ عظمت اسلام LEGACY OF ISLAM

اور مسلمانوں کی نو افلاطونی اخلاقیات کی تصانیف میں بہترین مانی جاتی ہے۔

ابو الفرج عبید اللہ ابن الطیب العراقی (لاطینی میں ABDUL PHARAGIUS ABDULLA BANAMBUS متوفی ۱۰۴۳ء یا ۱۰۴۴ء) نسطوری طبیب تھا۔ عضد الدولہ کے بیمارستان بغداد کا معالج تھا۔ اس کے بہت سے نام آور شاگرد ہوئے خصوصاً ابن بطلان جس نے یونانی طب کی کتابوں کی بہت سی شرحیں لکھیں اور کئی موضوعات پر خود اپنے ذاتی رسالے تیار کیے۔ نیز ارسطو سے منسوب تحریر DE-PLANTIS کا قدیم کتابوں کے اقتباسات کے ساتھ ترجمہ بھی کیا۔[1]

ابو علی الفارسی نے عضد الدولہ کے لیے "کتاب الایضاح" تصنیف کی اور اس کے نام معنون کی۔

ابن العمید (م ۳۶۰ھ) مؤرخ ابن خلدون کے بیان کے مطابق مختلف علوم و فنون کا عالم اور امور سیاست اور ملک داری سے کماحقہٗ واقف تھا۔ فنون جنگ خوب جانتا تھا۔ عضد الدولہ نے اسی سے سیاست کی تعلیم پائی تھی اور فنونِ جنگ میں اس کا شاگرد تھا۔

مشہور شاعر متنبی جب عضد الدولہ کی علم دوستی کا شہرہ سن کر شیراز گیا تو پہلے اس کی رسائی ابن عمید ہی کے دربار میں ہوئی۔ متنبی نے اپنی عادت کے خلاف ابن عمید کی شان میں ایک قصیدہ لکھ کر پیش کیا۔ ابن عمید نے اس کی قدردانی اور سرپرستی کی اور عضد الدولہ کے دربار تک اس کو پہنچا دیا۔[2] متنبی عضد الدولہ کا بھی مداح تھا اور اس کی تعریف میں معرکہ کے قصیدے لکھے ہیں۔

مورخ سید امیر علی کے بیان کے مطابق شاعروں اور عالموں کی مدد کے علاوہ عضد الدولہ نے رفاہِ عام کے بھی بہت سے کام کیے۔ اس نے شیراز کے دریائے بند یر کو گہرا کرنے اور جہاز رانی کے قابل بنانے کی غرض سے ماہر انجینیروں کو مامور کیا۔[3]

لین پول کے بیان کے مطابق عضد الدولہ نے مساجد تعمیر کرائیں۔ شفا خانے بنوائے، نہروں اور کنوؤں کی مرمت کرائی، محتاج خانے قائم کیے اور ادیبوں کی بھی قدر کی۔ لیکن اس کا عہد جلد ختم ہو گیا۔ اور اس کے بعد بنو بُوَیْہ کا زوال شروع ہو گیا۔

---

[1] ماخوذ از قرونِ وسطیٰ کے مسلمانوں کی علمی خدمات حصہ اول ص ۲۰۲، ۱۵۶، ۱۲۷، ۱۲۱

[2] علمائے سلف

[3] تاریخ اسلام از سید امیر علی

مولانا شرر کے الفاظ میں آلِ بویہ کا سب سے زبردست اور فیاض تاجدار عضد الدولہ ۳۷۲ھ میں جب دنیا سے رخصت ہوا تو علمی دنیا میں ایک زلزلہ سا پڑ گیا۔[۱]

شرف الدولہ

۳۷۲تا۳۷۹ھ - ۹۸۲ تا ۹۸۹ء حکمران رہا۔ علم ہیئت کا دلدادہ تھا۔ اس نے اپنے باپ عضد الدولہ کی طرح علمی کاموں کو فروغ دیا اور مدرسہ بغداد کو پہلے سے بھی زیادہ ترقی دی۔ سید امیر علی کے بیان کے مطابق عضد الدولہ اور شرف الدولہ نے علم کی قدر کی اور بغداد کے اسکول کو از سر نو جاری کیا۔ علاوہ ازیں سائنس دانوں کی سرپرستی کی جن میں ابن السلام، عبد الرحمٰن صوفی اور مشہور و معروف سائنس دان ابوالوفا کے نام لیے جا سکتے ہیں۔[۲] شرف الدولہ نے اپنے بغداد کے محل میں ایک رصد گاہ بھی بنائی تاکہ سیاروں کی حرکت کا مشاہدہ کر سکے۔

ابوحامد ابن الصاغانی الاصطرلابی (متوفی ۹۹۰ء) ماہر ریاضی و ہیئت ہونے کے علاوہ اصطرلاب ساز بھی تھا۔ شرف الدولہ کی رصد گاہ کے لیے اس نے اصطرلاب تیار کیے اور تثلیث زاویہ کی بھی تحقیق کی۔

ابوسہل ریحان ابن رستم الکوہی بغداد میں تقریباً ۹۸۸ء میں رہتا تھا۔ ریاضی اور ہیئت کی بہت سی کتابیں اس سے منسوب ہیں۔ شرف الدولہ کی بنوائی ہوئی رصد گاہ میں ہیئت کا کام کرنے والے منجموں کا صدر تھا۔ اس نے ارشمیدس اور اپولونیس کے ان مسائل کا مشاہدہ کیا جو دو سے زیادہ درجہ کی مساواتوں کے حل کے متقاضی تھے۔ اس نے ان میں سے بعض کو حل کر دیا اور ان کی حل پذیری کی شرائط پر بحث کی۔ یہ تحقیقات مسلم ہندسہ کی بہترین مثالیں ہیں۔

ابوالوفا ایرانی شرف الدولہ کے تمام منجموں میں اعلیٰ وارفع تھا۔ اگرچہ اس نے چاند کے تغیر کی ماہیت نہیں دریافت کی لیکن ہیئت کی تحقیق میں علم المثلثات کے بہت سے مسائل حل کیے۔ ہیئت کے انکشافات سے زیادہ اس کی شہرت ریاضی کی تحقیقات کے باعث ہوئی۔[۳]

ابراہیم بن ہلال ابن ابراہیم بن زہروں الصابی کو علم ہیئت و ہندسہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ وہ

۱۔ دلگداز بابت فروری ۱۹۲۶ء ۲۔ تاریخ اسلام - امیر علی

۳۔ قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کی علمی خدمات حصہ اول ص ۱۴۲-۱۴۱ -

شرف الدولہ کے دربار میں پہنچا تو بادشاہ نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور بڑی قدر و منزلت کی۔

فخر الدولہ

عضد الدولہ اور مؤید الدولہ کے بعد امرائے دولت نے ان کے بھائی فخر الدولہ کو خراسان سے، جہاں وہ اپنے بھائیوں کے ڈر سے چھپا ہوا تھا، بلا کر رے کا حکمران بنایا تھا۔

فخر الدولہ ذی علم اور علم دوست تھا۔ اس کے عہد میں رے علوم و فنون کا بڑا مرکز بن گیا تھا۔ اس کے حکم سے ماہرین علم ہیئت نے رے میں ایک رصدگاہ بنوائی۔

ابو محمود حامد بن الخضر الخجندی کبار فلکیین میں سے تھا۔ اس کا تعلق فخر الدولہ کے دربار سے تھا۔ اس نے ایک آلۂ رصد موسوم بہ "سدس الفخری" ایجاد کیا۔ اس آلہ کی مدد سے امیال و عروض البلاد کی ترصید کی جاتی تھی۔

ابو القاسم اسمٰعیل بن عباد (متوفی ۳۸۵ھ) فخر الدولہ کا وزیر سلطنت تھا۔ اپنے زمانہ میں یہ بلحاظ علم و فضل یکتا تھا۔ سیاست دانی میں اپنی نظیر آپ تھا۔ مختلف علوم اور فنون میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔ تصنیف و تالیف میں بھی اسے پوری مہارت حاصل تھی۔ جو رسائل اس نے لکھے تھے وہ مشہور اور مدون ہیں۔ اس کے کتب خانے میں جتنی کتابیں تھیں اتنی شاید ہی کسی نے جمع کی ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا کتب خانہ چار سو اونٹوں پر بار کیا جاتا تھا۔[1]

ابو الحسین البیہقی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ابن عباد کی فہرست دیکھی تھی جس کی دس جلدیں تھیں[2]۔ عباد کی ایک لغت "المحیط" سات جلدوں پر مشتمل ہے اور بڑی مستند مانی جاتی ہے۔ اس کی دیگر تصانیف میں "الکشف عن مساوی المتنبی" اور اس کے رسائل میں "الکافی" بہترین ہیں[3]۔

فخر الدولہ فردوسی کا نہایت قدردان تھا۔ جب فردوسی نے "رستم و اسفندیار" کی داستان نظم کی تو اس نے صلہ کے طور اسے ہزار اشرفیاں بھیجیں[4]۔

آل بُویہ کا زوال سلطان محمود غزنوی کے عہد میں شروع ہوا اور ۴۴۷ھ میں اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

---

[1] تاریخ ابن خلدون حصہ ششم
[2] تعلیم و تربیت اسلامیہ
[3] عربی ادب
[4] شعر العجم